خلیل طوق اُر

آج پھر نیا سال آیا

آج پھر نیا سال آیا
ایک دن اور کٹ گیا میری زندگی سے
ایک پتّا اور سوکھ کر گر پڑا عمر کے پیڑ سے
ایک دن اور بڑھ گیا جدائی کی مہلت میں
ایک بوجھ اور لاد گیا میرے لاچار کندھے پہ
ایک اور پھول ٹوٹا امیدوں کی شاخ سے
ایک رات اور بیت گئی گنتی کی راتوں سے
اور ایک شمع بجھ گئی دل کی تاریکیوں سے!
آج پھر نیا سال آیا
پھر لوٹا دیئے میں نے اپنی جوانی کے خزانے
پھر ایک اور سفید لکیر چمکی میرے بالوں پہ
ایک محزوں شکن کا اضافہ ہوا ماتھے کی بنجر زمین پہ
خم ہوئی میری کمر ایک ناپید ظلم سے
اور جھک گیا میرا سر پھر ایک نامعلوم غم سے!
آج پھر نیا سال آیا
نجانے کتنویں سال گرہ تھی یہ
میری ناتمام حسرتوں کی،
یہ کتنویں سال گرہ ہے

میری پہلی یا آخری خطاؤں کی،
اور یہ کتنویں سال گرہ ہوگی
جو چراغ میں نے جلایا تھا
بہ یک دم بجھا دیا گیا
اپنے ان کہے مغموم وہموں کے دم سے!

تیری ہستی

اندھیرا آنکھوں کے سامنے
کالی سیاہ گہرائی
نہ کوئی ستارہ آگے
نہ کوئی روشنائی
میرے جسم کے ہر عضو میں
کارگر ہے تنہائی؛
آویزاں ہوں دشتِ فضا میں
نہ زیر سے تعلق ہے نہ بندشِ بالائی
وحشت ناک خموشی کا گشت ہے
آہٹوں کی ندیاں کھو گئیں اپنی گویائی
شعور ولاشعور کی وسیع سرحد پہ
لے رہے ہیں افکار بے ہوش انگڑائی
تماشا گاہ ہونے کا ہر دم احساس ہے مجھے
تیز سے تیز تر ہے تیری بینائی
بس تُو ہی تُو ہے اس عالم مدہوش میں

تیری ہستی ذرے ذرے میں چھائی

۲۴فروری ۲۰۰۴ء

قطعہ

دردِ دل کیسے کہوں آواز دل کافی نہیں
جاں فدا کیسے کروں اس تن میں جاں باقی نہیں،
زندگی کے ہر چلن سے میں ہوا خائف مگر
موت سے کیسے ڈروں بندہ ترا فانی نہیں!

غزل

جنونِ محبت کی سرحد سے آگے
بٹھا کر اکیلا مجھے یار بھاگے
چھپایا غمِ دہر قلبِ حزیں میں
فرشتے مری آہ سن کر نہ جاگے
اُلجھ کر رہی تھی ابد سے یہ قسمت
سلجھنے ہی پائے نہ جیون کے دھاگے
امیدیں ختم ہوچکی تھیں کہ شاید
گئے آسمان کے ستارے نہ آگے
سیاہِ قسمت سے شاکی نہ ہوں پر
مرے در پہ آکر رہے زار کاگے